12585 ـ مقتدی کو اجتہادی مسائل میں اپنے امام کی اقتدا کرنی چاہیے

سوال

اگر کوئی امام وتر بالکل نماز مغرب کی طرح ادا کرے تو کیا میں اس کی اقتدا کروں یا نہ کروں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب کی طرح وتر ادا کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (38230) کے جواب کا مطالعہ کریں.

دوم:

اگر امام نماز میں مقتدی کے اعتقاد کے خلاف کوئی عمل کرے، یا پھر امام کوئی ایسا فعل ترک کردے جو مقتدی واجب سمجھتا ہو، تو کیا مقتدی اس کی اقتدا کرے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے ؟

شیخ الاسلام ابن تمیمہ رحمہ اللہ تعالی نے اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کرنے کے بعد اختیار کیا ہے کہ: اگر وہ مسئلہ اجتہادی مسائل میں سے ہو تو مقتدی امام کی اقتدا کرے.

" الفتاوی الکبری " میں شیخ الاسلام کہتے ہیں:

" علماء کرام کے ہاں اس مسئلہ میں تنازع پایا جاتا ہے کہ: اگر امام کوئی ایسا فعل ترک کردے جو مقتدی کے ہاں واجب ہو، مثلا امام بسم اللہ نہ پڑھے اور مقتدی کے نزدیك بسم اللہ پڑھنی واجب ہو، یا پھر وہ اپنی شرمگاہ کو چھوئے اور وضوء نہ کرے، لیکن مقتدی کے نزدیك ایسا کرنے سے وضوء کرنا ہو، یا پھر اس میں مرے ہوئے جانور کی دباغت شدہ کھال میں نماز ادا کی اور مقتدی کے نزدیك دباغت سے چمڑا پاك نہیں ہوتا، یا پھر وہ سنگی لگوانے کے بعد وضوء نہ کرے، اور مقتدی کے نزدیك سنگی سے وضوء کرنا ضروری ہو، تو قطعی طو پر صحیح یہ ہے کہ اس امام کے پیچھے مقتدی کی نماز صحیح ہے، چاہے امام اس معاملہ میں غلط بھی ہو.

کیونکہ صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

" وہ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر تو صحیح پڑھائی تو تمہارے اور ان کے لیے ہے، اور اگر انہوں نے غلطی کو تو تمہارے لیے(اجروثواب) اور ان پر (وبال) ہے "

اور اسی طرح نماز فجر میں قنوت کرنے والے امام کی اقتداء نماز ادا کرنا، یا پھر نماز وتر میں قنوت کرنے والے امام کی اقتدا میں نماز ادا کرے تو امام کے ساتھ مقتدی بھی قنوت کرے، چاہے امام رکوع سے قبل یا بعد قنوت کرتا ہو اور اگر وہ قنوت نہیں کرتا تو اس کے ساتھ قنوت نہ کرے، اور اگر امام کسی چیز کو مستحب سمجھتا ہو اور مقتدی اسے مستحب نہ سمجھیں تو اتفاق و اتحاد کی بنا پر وہ اسے ترک کردے تو یہ بہتر ہے.

اس کی مثال وتر ہے، کیونکہ اس میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول:

وتر اکٹھے تین ادا کرنے ضروری ہیں اس کے علاوہ نہیں ہوتے، جس طرح مغرب کی نماز ہے.

یہ اہل عراق میں سے کچھ کا قول ہے.

دوسرا قول:

آخر میں ایک رکعت علیحدہ ادا کی جائے تو وتر ادا ہو گا، یہ اہل حجاز کا قول ہے.

تیسرا قول:

دونوں طرح جائز ہے، جیسا کہ امام شافعی، امام احمد وغیرہ کا مسلک ظاہر ہے، اور یہی صحیح ہے.

اور اگر یہ پہلی رکعات سے آخری رکعت علیحدہ کرنا اختیار کرتے ہیں، اور اگر امام علیحدہ ادا کرنے کی رائے رکھتا ہو اور مقتدی مغرب کی طرح اکٹھے ادا کرنے کو اختیار کریں تو وہ تالیف قلب کے لیے ان کی موافقت کرے تو یہ بہتر ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اگر تیری قوم دور جاہلیت کے قریب نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے زمین کے ساتھ ملا دیتا، اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکل جاتے "

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نزدیک افضل چیز کو اس لیے ترک کیا کہ لوگ متنفر نہ ہو جائیں" اھ

دیکھیں: الفتاوی الکبری (2 / 117).

اور الفتاوى الكبرى ميں ہى ايك مقام پر كچھ اس طرح رقمطراز ہيں:

" جب امام كوئى ايسى چيز ترك كر دے جو مقتدى كے نزديك واجب ہو .... تو اس ميں دو قول ہيں:

ان ميں سے صحيح يہ ہے كہ مقتدى كى نماز صحيح ہے، امام مالك رحمہ اللہ كا مسلك يہى ہے، اور اس طرح كے مسائل ميں امام احمد رحمہ اللہ تعالى كى زيادہ صريح روايت يہى ہے، اور امام شافعى رحمہ اللہ تعالى سے بھى يہى بيان كيا جاتا ہے، كيونكہ مالكيوں كے پيچھے نماز ادا كرتے تھے جو كہ بسم اللہ نہيں پڑھتے، حالانكہ امام شافعى رحمہ اللہ تعالى بسم اللہ پڑھنے كے وجوب كے قائل ہيں، اس كى دليل صحيح بخارى وغيرہ كى حديث ہے كہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" وہ تمہيں نماز پڑھائيں گے، اگر تو صحيح ہوئى تو تمہارے اور ان كے ليے ہے، اور اگر انہوں نے غلطى كى تو تمہارے ليے (اجروثواب) اور ان كے ليے (وبال) ہے "

چنانچہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے امام كى غلطى امام پر ہى ڈالى ہے نہ كہ مقتدى پر.

اور ان مسائل ميں اگرچہ امام كا مذہب ہى صحيح ہو اس ميں كوئى نزاع نہيں، اور اگر وہ غلطى پر ہو تو يہ غلطى اس كے ساتھ ہى مختص ہے، اور اس ميں تنازع كرنے والا (يعنى جو يہ رائے ركھے كہ مقتدى اس كى اقتدا نہ كرے) كہتا ہے:

مقتدى اپنے امام كى نماز باطل ہونے كا اعتقاد ركھتا ہے، (شيخ الاسلام) كہتے ہيں: حالانكہ ايسا نہيں، بلكہ اس كا اعتقاد يہ ہے كہ امام اجتہاد يا تقليد ميں نماز ادا كر رہا ہے، اگر وہ صحيح ہوا تو اسے ڈبل اجر ہے، اور اگر وہ غلطى پر ہوا تو اسے ايك اجر ملے گا " اھـ

ديكھيں: الفتاوى الكبرى (2 / 320).

اور " الاختيارات الفقھية " ميں كہتے ہيں:

" اگر امام ايسا فعل كرے جو مقتدى كے ہاں حرام ہے جس ميں اجتہاد جائز ہے تو اس كے پيچھے اس كى نماز صحيح ہے، امام احمد سے مشہور يہى ہے، اور وہ كہتے ہيں: امام احمد سے منقول روايات اختلاف واجب نہيں كرتيں، بلكہ ان كا ظاہر يہ ہے كہ ہر جگہ جس ميں مخالف خطاء قطعى ہو اس كا اعادہ واجب ہے، اور جس ميں مخالف خطاء قطعى نہ ہو اس ميں اعادہ واجب نہيں، سنت اور آثار اور اصولى قياس اسى پر دلالت كرتے ہيں، اور اس مسئلہ ميں علماء كرام كا اختلاف مشہور ہے " اھـ

ديكھيں: الاختيارات الفقھية (70).

اس لیے آپ امام کی اقتدا کریں، کیونکہ یہ اجتہادی مسائل میں سے ہیں جن میں آئمہ کرام نے اختلاف کیا ہے.

اور اگر امام کو نصیحت کرنا اور دلائل کے ساتھ سنت واضح کرنا ممکن ہو تو یہ کرنا ضروری ہے.

گمراہی اور حقیقت کو الٹنا کر پیش کرنا ہے"

دیکھیں: فتاوی اسلامیہ (1 / 319).

واللہ اعلم .